© rasailojaraid.com

وتطع) فليس يصح له ان يحتج بشئ معانى هذا الباب (بداية المجتهد)

اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیا خیال ہے؟ تو فرمائیں گے: بس تین رکعت مع دو تشہد! جب آپ ان سے اس کی دلیل دریافت کریں گے تو پھر ہنس کر دکھا دیں گے۔ اگر تکلف سے کسی نے کام لیا بھی تو وہ انہیں اور عریاں کر دے گا۔

اس بارے میں علامہ عینی نے ان کو ایک بات سمجھائی ہے (انما ست رکعات منها تهجد وثلث رکعات وتر) (عرف الشذی ص۱۰۳) جس کو ہے کہ انھوں نے "رائی سے پربت" بنا دیا ہے۔ بغیۃ الالمعی فی تخریج الزیلعی میں سب سے زیادہ اس موضوع پر کام کیا گیا ہے، مگر حاصل؟ بس وہی ڈھاک کے تین پات۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور کبھی چار اور تین، کبھی چھ اور تین، کبھی آٹھ اور تین اور کبھی دس اور تین کر کے وتر پڑھتے تھے۔

قلت لعائشة: بكم كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوتر؟ قالت: باربع وثلث وست وثلث وثمان وثلاث وعشر وثلاث (ابوداؤد ص۲۰۳ باب صلوٰۃ اللیل)

اس پر احناف فرماتے ہیں کہ جہاں سات یا نو وتروں کا ذکر آیا ہے، یہ ان کی تفصیل ہے، یعنی آخری تین رکعت صرف وتر ہوتے تھے اور جہاں چھٹی یا آٹھویں رکعت میں تشہد پایا جاتا ہے اور وہ دراصل وتر کی اپنی دوسری رکعت کا ذکر ہے۔

ان کی تحقیق کا یہ اسلوب بھی ویسا ہے جیسا بریلوی چارپائی سے گیارھویں ثابت کرتے ہیں۔ اگر یہ وتر کی دوسری رکعت کی بات ہوتی، تو وہ اہل زبان تھے، ان کو چھٹی یا آٹھویں رکعت کا تشہد کہنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے علاوہ جہاں صرف تین یا صرف پانچ رکعتوں کا ذکر ہے وہاں تو سرے سے دوسری یا چوتھی رکعت میں تشہد بیٹھنے کی ہی نفی کی گئی ہے، اب وہاں تین رکعتیں الگ ان سے کیسے انتزاع کی جائیں گی؟

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ وتر "بتیراء" (دم بریدہ بے اصل) ہوتے ہیں جن سے پہلے اور رکعتیں نہ پڑھی گئی ہوں۔

کرہ افرادا لوتر حتی یکون معہ شفع (شرح معانی الآثار ص۱۷۱)

ہم کہتے ہیں، مزید اور کیا ہو؟ ہمیں اس سے سروکار نہیں، لیکن اس سے وتر کی تین رکعتوں میں "قعدہ اولیٰ" ثابت نہیں ہوتا۔ امام مالک بھی وہی کہتے ہیں جو طحاوی نے کہا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بانه علیه الصلوٰة والسلام لم یوتر بالا فی اثر شفع فسای ان ذٰلک من سنة الوتر۔

(بدایة المجتہد لابن رشد ص۱۲۰)

ایک اور حدیث میں ہے کہ تین وتر نہ پڑھا کرو، پانچ یا سات رکعتیں پڑھا کرو، انہیں مغرب سے مشابہ نہ بناؤ۔

لا توتروا بثلاث و اوتروا بخمس او سبع ولا تشبھوا بصلوٰة المغرب (دارقطنی ص۱۷۲، والطحاوی ص۱۷۳)

اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ نماز مغرب کی طرح نہ پڑھو کہ اس سے پہلے کچھ نہ ہو، عشا ہو تو پہلے نماز عشا چاہیے، تہجد ہے تو پہلے تہجد کے دوسرے نوافل چاہئیں، تنہا وتر مناسب نہیں، کیونکہ یہ "تتمہ" ہیں اجعلوا آخر صلوٰتکم باللیل وترا (رواہ البخاری ص۱۳۶ جلد ۱) اگر آغاز نہ ہو تو "تتمہ" کاہے کا؟

اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ: اس میں "قعدہ اولی" نہیں ہونا چاہیے! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تشبہ سے بچنے کے لیے اسی توجیہ کو پسند کیا ہے کہ: ان میں "قعدہ اولی" نہیں چاہیے: صرف آخری کافی ہے۔

عن عطاء، قال: قال ابن عباس رضی اللہ عنہ: الوتر مثل المغرب الا انہ لا یجلس الا فی الثالثة (مصنف عبد الرزاق ص۲۷)

یہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (قیام اللیل ص۱۲۰) لیکن حسن کا حضرت عمرؓ سے سماع ثابت نہیں۔ اس لیے منقطع ہے ہاں مستدرک حاکم کی روایت قابلِ احتجاج ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت عطاء بن ابی رباح کا بھی یہی عمل تھا۔

انہ کان یوتر بثلاث رکعات لا یجلس فیھن ولا یتشھد الا فی آخرھن (قیام اللیل للمروزی ص۲۱۱)

یہی حضرت طاؤس اور ایوب کا بھی تعامل تھا۔

طاؤس، انہ کان یوتر بثلاث لا یقعد بینھن (عبد الرزاق ص۲۷)

قال حماد کان ایوب: یصلی بنا فی رمضان فکان یوتر بثلاث لا یجلس الا فی آخرھن (قیام اللیل ص۲۱۱)

تشبہ کے سلسلے میں صحابہ اور تابعین کا یہ تعامل، مختلف احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کی تخصیص

© rasailojaraid.com